تعزیراتِ اسلام

جناب مولانا قاضی بشیر احمد صاحب ۔ باغ ۔ آزاد کشمیر

(۱۱)

تشریح ۱۲ (ا)

احکام صلح ۔

۱۔ صلح کرنے سے قصاص ساقط ہوگا اور مال صلح واجب الادا ہوگا[۱]

۲۔ صلح کرنے کا حق انہی اولیاء کو حاصل ہوگا جن کو قصاص لینے کا حق حاصل ہوگا۔

۳۔ اگر بعض اولیاء مقتول، قصاص معاف کریں اور بعض مال پر صلح کریں اور بعض دیت کا مطالبہ کریں تو ایسی صورت میں معاف کرنے والوں کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ انہوں نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے۔ اور صلح کرنے والوں کو مالِ صلح ملے گا اور دیت کا مطالبہ کرنے والوں کو ان کے حصہ کی دیت دی جائے گی[۲]

۴۔ اگر مجنون کو قصاص کا حق حاصل ہو، خواہ قصاص نفس کا ہو یا ما دون النفس (یعنی نفس سے کم) کا۔ (مثلاً مجنون کے بیٹے کو کسی نے قتل کر دیا ہو یا مجنون کا کسی نے ہاتھ کاٹ دیا ہو) تو اس کے باپ یا دادا کو اختیار ہوگا کہ وہ مجنون کی جانب سے قصاص لیں، اور

---

[۱] عالمگیری کتاب الجنایات باب الصلح والعفو۔

[۲] ایضاً

اس کو صلح کرنے کا بھی اختیار ہوگا البتہ وہ معاف کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔[1]

۵۔ مجنون کے وصی کو بھی اختیار ہوگا کہ وہ مجنون کے نائب کی حیثیت سے نفس سے کم میں قصاص لے۔ اور وہ قصاص نفس اور نفس سے کم، دونوں میں صلح کرنے کا بھی مجاز ہوگا۔ البتہ وہ ان دونوں اقسام میں سے کسی کو معاف نہیں کر سکتا۔[2]

۶۔ نابالغ کو بھی مجنون کی طرح قصاص کا حق پہنچتا ہو تو اس کے باپ اور وصی کو بھی اسی طرح کے اختیارات حاصل ہوں گے جو مجنون کے باپ اور وصی کو حاصل ہوتے ہیں۔[3]

۷۔ مجنون یا نابالغ کی جانب سے صلح کرنے کی صورت میں ضروری ہے کہ مال صلح بمقدار دیت ہو۔ اگر کم ہو تو اس کو کامل دیت کی مقدار تک پورا کر کے ادا کیا جائے گا۔[4]

درحقیقت باپ اور وصی وہ کام کرنے کے پابند ہیں جو نابالغ اور مجنون کے حق میں بہتر ہو اس لیے مقدار دیت سے کم مال قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں نابالغ یا مجنون کی بہتری نہیں ہے۔

۸۔ صغیر کا وصی دیت کی مقدار سے کم مال پر اسی صورت میں صلح کرنے کا مجاز ہوگا جب کہ قاتل جرم سے انکاری ہو۔ اور وصی قتل ثابت کرنے سے عاجز ہو۔[5]

۹۔ مالِ صلح خود قاتل کے ذمہ واجب الاداء ہوگا۔ اس کی عاقلہ پر واجب نہ ہوگا۔ البتہ اگر وہ اپنی رغبت سے ادا کریں تو اُن سے لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ "قتل عمد میں وارث پر دیت کی ادائیگی واجب نہیں ہے اور نہ ہی ان پر صلح یا اعتراف جرم کی صورت میں عائد ہوگی اور غلام کے قصور میں بھی ان پر دیت لازم نہیں ہوگی"۔[6]

---

[1] ردالمحتار ص ۳۵۷ جلد ۵ [2] ایضاً

[3] ایضاً قصاص نفس میں صلح کا جواز راجح قول کی بناء پر ہے ص ایضاً۔

[4] ایضاً والبحر ص ۳۴۱ ج ۸ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت۔

[5] ردالمحتار ص ۳۵۸ ج ۵ [6] الموطا ، امام محمد ۔ دیت العمد۔

۱۰۔ مقتول کی موت سے قبل یا بعد ولی صلح کرسکتا ہے اور خود مجروح بھی صلح کرسکتا ہے لیکن مجروح کی صلح کرنے کی صورت میں اسی تفصیل کا لحاظ کیا جائے گا، جس کا عفو کے اندر مجروح کے معاف کرنے کی صورت میں اوپر تشریح نمبر ۱۰ (د) میں ذکر کیا گیا ہے۔

۱۱۔ قتل عمد میں صلح بمقدار دیت ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اتنی زیادہ یا کمی نہ ہو جو عرفاً مال نہ ہونے کے برابر ہو۔ ورنہ کامل دیت واجب ہو جائے گی[۱]

۱۲۔ مال صلح کی ادائیگی کا اگر فریقین نے وقت مقرر نہ کیا ہو مال صلح فی الحال واجب الادا ہوگا[۲]

۱۳۔ قتل خطاء میں اگر صلح، دیت کی ان انواع میں سے کسی ایک پر ہو جن کا تعین شریعت نے کر رکھا ہے تو اس صورت میں شرط یہ ہے کہ مال صلح اس نوع کی مقدار سے زائد نہ ہو[۳]

تمثیل:۔ شریعت نے قتل خطاء میں سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم دیت مقرر کی ہے تو اب دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درہم پر صلح جائز نہ ہوگی۔

۱۴۔ اگر متعینہ انواع دیت کے علاوہ کسی اور مقدار مال پر صلح ہو تو اس میں بھی کمی بیشی جائز ہے بشرطیکہ مال پر اسی مجلس میں قبضہ کیا جائے[۴]

تشریح نمبر ۱۲ (ب)

عمد اور خطاء کی دیت میں یہ فرق اس لیے ہے کہ قصاص درحقیقت حق مال نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے بدلے میں مال صلح کی مقدار میں زیادتی ربوا نہیں کہلائے گی۔ بخلاف قتل خطاء کے کہ اس میں سزا دیت متعین ہے۔ اور یہ حق مالی ہے۔ لہٰذا اس کے مقابلہ میں صلح

---

[۱] ہدایۃ ص ۲۴۷ - ۲۴۸ ج ۳

[۲] عالمگیری باب الصلح والعفو۔

[۳] ہدایۃ ص ۲۴۸ ج ۳ والدر المختار کتاب الصلح۔ [۴] ایضاً

ہیں مال کی زیادتی اسی نوع کے اندر ربوا ہو گی[۱]

نقشہ نمبر ۱۲ (ج)

صلح کا ثبوت قرآن وسنت سے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" پھر جس کو معاف کیا جائے اپنے بھائی کی طرف سے کچھ بھی۔ تو تابعداری کرنی ہے موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہیے اس کو خوبی کے ساتھ۔"

(البقرہ)

اس آیت میں اپنے بھائی کی جانب سے کچھ معافی کا ذکر ہے یعنی قصاص تو اس نے معاف کر دیا۔ البتہ ولی قصاص اب دیت کا مطالبہ کرتا ہے تو قاتل کے لیے" اداء الیہ باحسان" کا ذکر ہے۔ یعنی وہ مال ولی مقتول کو حسنِ سلوک کے ساتھ ادا کرے اس میں اس کو تنگ نہ کرے اور مال لے کر قصاص کا حق چھوڑنا۔ یہ صلح ہی ہے[۲]

۲۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" جو شخص دوسرے کو قتل کرے وہ اولیاء مقتول کے حوالے کیا جائے گا۔ وہ چاہیں تو اس کو قصاص میں قتل کریں اور چاہیں تو دیت وصول کر لیں"[۳]

اس حدیث میں دیت کے بدلے قصاص کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ صلح کی صورت ہے۔

۳۔ ہدبہ بن خشرم نے ایک شخص کو قتل کیا تو اس پر سعید بن العاص اور حضرت حسن اور حضرت حسین علیہ السلام نے مقتول کے بیٹے کو دیت پہ راضی کرنا چاہا۔ لیکن وہ انکاری ہو گیا۔ اس پہ قصاص میں قاتل کو قتل کیا گیا[۴]

۴۔ ایک حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے" مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَأَهْلُهُ بَيْنَ خَيْرَتَيْنِ بَيْنَ اَنْ يَقْتُلُوْا اَوْ يَأْخُذُوا الْعَقْلَ[۵]

---

[۱] ہدایہ ص ۲۴۸ ج ۳ [۲] البدائع ص ۲۴۷ ج ۷

[۳] المغنی ص ۲۷۷ ج ۹ [۴] ایضاً [۵] ایضاً

اس حدیث میں اولیاء مقتول کو دو بہتر چیزوں سے ایک کے انتخاب کرنے کو کہا گیا ہے۔ یعنی وہ چاہیں تو قصاص لیں اور چاہیں تو دیت وصول کریں اور دیت لے کر قصاص کے حق کو ترک کرنا صلح ہے۔

تشریح ۱۲ (د)

لاوارث کی طرف سے حاکم مجاز باپ کے قائم مقام ہوگا۔

لاوارث کا ولی حاکم مجاز ہوگا اور اس کو وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو باپ کو حاصل ہوتے ہیں یعنی وہ قصاص لینے اور صلح کرنے میں مجاز ہوگا اور معاف کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔[۱]

تمثیل :- ایک شخص نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ اور مقتول کا کوئی وارث نہیں ہے جو قصاص کا مطالبہ کرے تو ایسی صورت میں مجہول کی جانب سے قصاص متعذر ہوگا۔ لہٰذا حاکم مجاز ولی کے قائم مقام ہوگا۔ اور اس کو مقتول کے باپ کے اختیارات حاصل ہوں گے۔ ایسی صورت میں قصاص کا مطالبہ مجہول کی جانب سے نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے "السلطان ولی من لا ولی له" یعنی امیرالمومنین (یا جس کو امیر اختیارات تفویض کرے) اس شخص کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب شہید کیا گیا تو ہرمزان ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے باہر نکلا۔ آپؓ کے صاحبزادے حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس کو اس حالت میں دیکھا تو گمان کیا کہ یہی میرے والد کا قاتل ہے اور اس گمان پہ اس کو قتل کر دیا۔ پھر اس کا مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس دائر ہوا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ عبید اللہ رضؓ کو قصاص میں قتل کریں۔ تو حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ مقتول چونکہ ہمارے ملک کا ہے (جس کا کوئی ولی نہیں ہے) لہٰذا اس صورت میں، میں خود اس کا ولی ہوں اور میں دیت پہ صلح کرتا ہوں۔ چنانچہ اسی پہ فیصلہ ہوا۔[۲]

---

[۱] ردالمحتار ص ۲۵۷ ج ۵۔

[۲] البدائع ص ۲۴۵ ج ۷۔

اس سے معلوم ہوا کہ لاوارث کا ولی حاکم مجاز ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم صلح کر سکتا ہے مگر قصاص معاف نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ لاوارث کا حق قصاص دراصل تمام مسلمانوں کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس کی وراثت بھی انہی کو پہنچتی ہے۔ اس لیے دوسرے کے حق کو حاکم معاف نہیں کر سکتا۔[۱]

تشریح ۱۳

قصاص اور دیت میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے میں فقہاء کا نقطۂ نظر۔

قتل عمد میں اگر جرم موجب قصاص ہو تو قصاص کی سزا ہی واجب ہوگی اِلّا یہ کہ ولی قصاص اپنا حق دیت سے کر ترک کر دے اور قاتل دیت ادا کرنے پر راضی ہو، تو قصاص ساقط ہوگا۔

درحقیقت اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اور مذکورہ بالا حکم امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق ہے، جس کی تائید امام مالک رحمہ اللہ علیہ بھی کرتے ہیں جبکہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اولیاء قصاص کو سزا میں اختیار ہے۔ لہٰذا وہ قصاص اور دیت میں سے جس سزا کو چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ اُن کے نزدیک دیت کی ادائیگی میں قاتل کی رضا ضروری نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔ " یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی " اس آیت میں قتل کے بدلے صرف قتل کا حکم ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اگر جرم موجب قصاص ہو تو صرف قصاص کی سزا ہی متعین ہے۔ جس کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو آپؐ نے ربیعہ کے واقعۂ قتل میں فرمایا تھا۔ یعنی یہ کہ " کِتَابُ اللّٰہِ الْقِصَاصُ " اس کے راوی انس بن مالک ہیں۔[۲] آپؐ نے قتل میں صرف قصاص کو ہی متعین فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " العمد، قودٌ اِلَّا اَنْ یَّعْفُوَ ولی المقتول "[۳] اس حدیث سے بھی معلوم

---

[۱] البدائع ص ۲۴۵ ج ۷

[۲] احکام القرآن ص ۱۵۵ ج ۱		[۳] ایضاً ص ۱۵۰ جلد ۱

ہوا کہ قتل عمد میں سزا صرف قصاص متعین ہے۔ قصاص اور دیت میں اختیار نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے خطبہ میں فرمایا۔ "فَاَهْلُهٗ بَیْنَ خِیَرَتَیْنِ اِنْ اَحَبُّوْا قَتَلُوْا وَاِنْ اَحَبُّوْا اَخَذُوا الْعَقْلَ" یعنی اولیاء مقتول کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو مجرم کو قتل کر دیں یا چاہیں تو دیت وصول کر لیں"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء مقتول قصاص اور دیت دونوں میں سے کسی ایک کا اختیار کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ سزا متعین نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو قتل کر دیا تو قاتل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی مقتول کے حوالے کیا۔ اور پھر ولی سے فرمایا۔ کیا تو دیت لے گا؟ اس نے کہا۔ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا! کیا تو خیال نہیں کرتا کہ اگر تو اس کو قتل کر دیتا تو اسی جیسا ہوتا۔ اس پر وہ چلا گیا۔ اور لوگوں نے اس کو جا لیا۔ اور انہوں نے اس کو کہا کہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پہ غور نہیں کرتا کہ " اگر تو اس کو قتل کرتا تو اسی جیسا ہو جاتا"۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ولی کو قصاص اور دیت میں اختیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے دونوں چیزوں کا سوال کر کے ولی مقتول کی رضا معلوم کی جس سے ظاہر ہے کہ سزا دونوں میں سے کوئی ایک ہے۔

احنافؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایات سے قاتل کی رضا کے بغیر دیت کی سزا کا ثبوت نہیں ہوتا۔ چنانچہ پہلی روایت میں یہ احتمال موجود ہے کہ دیت کی وصولی قاتل کی رضا پر موقوف ہے۔ اور رضا کا اگرچہ ذکر موجود نہیں ہے لیکن مراد وہ بھی ہے جس کو مخاطب کے علم کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں " فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً" اس جگہ فدیہ قیدی کی رضا پر موقوف ہے لیکن مخاطب کے علم کی وجہ سے اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔ لہٰذا یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ " بنی اسرائیل میں قتل کے بدلے صرف قتل کی سزا تھی۔ اور ان کے لیے دیت کی سزا نہ تھی۔ لیکن اس امت پر اللہ تعالیٰ

نے تخفیف کی ہے کہ قصاص اور دیت دونوں سزائیں مقرر کی ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس اُمت کے لیے تخفیف کے طور پر قصاص کے علاوہ دیت کی سزا بھی ہے۔ یہاں دیت کا ذکر کر کے بنی اسرائیل کے قانون سزا سے امتیاز پیدا کر دیا گیا۔ البتہ رضا کا ذکر نہیں کیا گیا۔ مگر مراد وہ بھی ہے۔ جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت اوزاعیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ "مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يَقْتُلَ وَإِمَّا أَنْ يُفَادِيَ" اس روایت سے قتل اور دیت میں اختیار ثابت ہوتا ہے مگر دیت کے لیے لفظ "يُفَادِي" فرمایا گیا۔ اور "مفاداۃ" کا لفظ دو چیزوں کی شرکت کے لیے آتا ہے۔ جیسا کہ لفظ مقاتلہ ہے جو باہم جنگ کرنے کے لیے آتا ہے۔ یا جیسا لفظ "مشاتمۃ" ہے جو ایک دوسرے کو گالیاں دینے کے لیے آتا ہے۔ جب لفظ "مفاداۃ" دوسرے کی شرکت کو چاہتا ہے تو اس کا حاصل یہی ہے کہ دیت کے لیے دوسرے شخص کی رضا ضروری ہے۔ یعنی قاتل کی رضا کے بغیر دیت کی سزا نہ دی جائے گی۔

اسی طرح دوسری حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قاتل کی رضا کے بغیر دیت کی سزا دی جائے گی۔ بلکہ یہاں بھی دیت کی سزا اس کی رضا پر موقوف ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپؐ نے ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کو کہا تھا، جب کہ اُس نے خاوند کی شکایت کی تھی۔ یہ کہ "کیا تو اُس (خاوند) کو باغ واپس کر دے گی؟" اُس نے کہا۔ ہاں۔ اس حدیث سے بھی اگرچہ باغ لے کر خاوند کی رضا پر نسبت طلاق ظاہر نہیں ہے۔ لیکن مراد وہ بھی ہے اس لیے کہ آپؐ نے اس کی رضا کے بغیر طلاق کو لازم نہیں کیا تھا۔[1]

(باقی)

---

[1] مکمل بحث دیکھیے احکام القرآن للجصاص ص ۱۵۵ ج ۱ و لمعات کتاب القصاص وتفسیر مظہری ص ۱۶۵ - ۱۶۶ ج ۱ مطبوعہ ندوۃ المصنفین۔